

مسئلہ: محترم جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور، گروی پر مکان / دوکان لینا یا دینا کیسا ہے، اگر کسی نے گروی مکان لیا تو اس کو ذاتی استعمال میں لانا یا کرایہ پر دینا اور خود کرایہ کھانا کیسا ہے، تفصیل سے شریعت کی روشنی میں بحوالہ رہنمائی فرمائی جائے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْجَوَابُ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا

واضح رہے کہ گروی کا بنیادی تصور شریعت میں اعتماد اور گارنٹی کا ہے، جو معاملات میں اعتماد کو بحال

کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كتابا فرهن مقبوضة

ترجمہ: اگر تم سفر پر ہوں اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن قبضے میں رکھ لئے جائیں۔ (البقرہ ۲۸۳) نیز صحیح بخاری و سنن ابن ماجہ وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے تیس (۳۰) صاع جوہ خریدے اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زراع قیمت کی ادائیگی تک کیلئے بطور رہن (گروی) رکھوائی، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک اس یہودی کے پاس رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود گروی کا معاملہ کرنا اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، لیکن یہ گروی یارہن کا معاملہ جس کی شریعت نے ترغیب دی، بنیادی طور پر اعتماد و وثیقہ اور ضمانت کا معاملہ ہے۔ جس میں گروی رکھی چیز مر تہن (جس کے پاس رکھی جائے) کے پاس بطور ضمانت کے رہتی ہے اور وہ اس رہن رکھی ہوئی چیز سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھاتا، تو پھر رہن کا معاملہ صرف جائز ہی نہیں، بلکہ مستحسن ہے۔ یہی ایک صورت ہے جس کی اجازت ہے۔

1۔ اس کے علاوہ آجکل رہن (گروی) کے رائج صورتوں میں سب سے زائد رائج صورت قرض کے

بدلے میں اپنی جائیداد (مکان دکان پلاٹ وغیرہ) کو رہن رکھوانے کی ہے۔ راہن (جو گروی کسی کے

پاس رکھوائے) اور مر تہن (جس کے پاس گروی رکھی گئی ہو قرض یا دین کے بدلے میں) دونوں میں

یہ طے ہوتا ہے کہ مرتہن رہن رکھے ہوئے گھر وغیرہ سے فائدہ اٹھائے گا، مثلاً خود استعمال کرے یا کرایہ وغیرہ پردے، اگرچہ یہ معاملہ مجبوری میں کیا جائے یا کاروبار کے لئے بالکل ناجائز و حرام ہے۔

2۔ دوسری صورت میں معاملہ تو پہلی صورت کی طرح ہوتا ہے مگر حیلہ کے طور پر گروی رکھی ہوئی

چیز کا کرایہ، مارکیٹ ویلیو سے بہت کم طے کر لیتے ہیں۔ اس سے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھا ہے) اس مرہونہ (گروی والی چیز) سے بلا معاوضہ نفع نہیں اٹھا رہا، بلکہ وہ نفع کے عوض کرایہ دے رہا ہے۔ گروی کی یہ صورت بھی ناجائز و ممنوع ہے۔ اس لئے کہ کرایہ کی بازاری شرح سے کمی قرض کی بڑی رقم کی وجہ سے ہوتی ہے، جبکہ قرض کی وجہ سے کسی بھی قسم کا فائدہ حاصل کرنا سود ہے۔

3۔ تیسری صورت میں معاملہ تو دوسری صورت کی طرح ہی ہوتا ہے مگر کرایہ جو کہ مارکیٹ ویلیو سے بہت ہی کم ہوتا ہے، وہ قرض دی گئی رقم سے کٹتا ہے، اس صورت میں بھی ایڈوانس دی گی اصل میں قرض ہی ہوتی ہے، یہ صورت بھی ناجائز اور ممنوع ہے، کیونکہ اس میں بھی قرض کی وجہ سے مرتہن مکان سے فائدہ اٹھاتا ہے، لیکن یہ معاوضہ مارکیٹ میں رائج معاوضے سے بہت کم ہوتا ہے۔ جو دراصل قرض سے مشروط یا معروف نفع ہوتا ہے۔

لہذا خلاصہ کلام رہن (گروی) کی مروجہ تینوں صورتیں ناجائز اور حرام ہے۔ پہلی صورت میں قرض کے بدلے میں مرہونہ (گروی رکھی ہوئی چیز) سے بلا معاوضہ نفع اٹھایا جاتا ہے، جبکہ دوسری اور تیسری صورت میں عرف میں رائج معاوضہ (مارکیٹ ویلیو) سے کم میں نفع اٹھایا جاتا ہے۔ لہذا یہ نفع قرض کے بدلے میں معروف یا مشروط ہونے کی وجہ سے سود ہے۔ جو بلاشبہ ناجائز اور حرام ہے۔

مروجہ گروی کا جائز، متبادل حل یہ ہو سکتا ہے، کہ دونوں فریق آپس میں بجائے گروی کے کرایہ داری کا معاملہ کر لیں، جس میں مکان یا دکان ایک طویل عرصے کے لیے کرائے پر لے کر، اس عرصے کا مکمل کرایہ ایڈوانس ادا کر دیا جائے۔ اس صورت میں کرایہ مارکیٹ ویلیو سے کم بھی رکھا جا

سکتا ہے۔ کرایہ کو ماہانہ اقساط پر تقسیم کر دیا جائے، تاکہ اجارہ (agreement) طویل عرصے تک ہونے کی وجہ سے کبھی بھی معقول عذر کی بنا پر اجارہ فسخ ہو جائے، تو کرایہ کی تعیین میں کسی قسم کا جھگڑا پیدا نہ ہو اور طے شدہ وقت سے پہلے معاملہ ختم کرنے کی صورت میں مدت اجارہ کے علاوہ باقی رقم کرایہ دار کو واپس کرنے میں آسانی ہو، اس صورت کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کرایہ دار مالک کو جو رقم ادا کرے گا وہ قرض نہیں ہوگا، بلکہ وہ ناقابل واپسی ہوگی، جو مالک مکان یا دوکان کی ملکیت میں چلی جائے گی۔ اس کی زکاۃ بھی مالک دکان یا مکان وغیرہ پر لازم ہوگی۔ البتہ طے شدہ مدت سے پہلے کرایہ داری کا معاملہ ختم کر دیا جائے، تو اس صورت میں کرایہ دار نے جس قدر وقت گزارا ہو، اس کا کرایہ کاٹ کر باقی رقم واپس کرنا ضروری ہے۔

(۱) کہا فی "احکام القرآن للجصاص" : قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد والحسن بن زياد وزفر: لا يجوز للمرتهن الإنتفاع بشيء من الربن ، ولا للراهن أيضاً - (۴۴۴/۱) كما في " الدر المختار مع الشامية " : قال في " المنح " : عن عبد الله بن محمد بن أسلم السمرقندي ، وكان من كبار علماء سمرقند ، أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه ، وإن أذن له الراهن ، لأنه أذن له في الربا ، لأنه يستوفى دينه كاملاً ، فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون ربا ، وبذا أمر عظيم - (۷۰/۱۰) كتاب الربن

(۲) كما في " الدر المختار مع الشامية " : وأما الإجارة فالمستاجر إن كان هو الراهن فهي باطلة ، وكانت بمنزلة ما إذا أعار منه أو أودعه ، وجدر القبض للإجارة أو اجنبياً بمباشرة أحدهما العقد بإذن الآخر بطل الربن ، والأجرة للراهن - (۱۰۴/۱۰) ، كتاب الربن ، باب التصرف في الربن والخيانة عليه

كما في " الدر المختار مع الشامية " : فائدة : قال في " التاتارخانية " : ما نصه ولو استقرض دراهم وسلم حمارة إلى المقرض يستعمله إلى شهرين حتى يوفيه دينه أو داره ليسكنها فهو بمنزلة الإجارة الفاسدة ، إن استعمله فعليه أجر مثله ، ولا يكون ربناً - (۷۱/۱۰) ، كتاب الربن

(۳) كما في " الفتاوى الهندية " : وكذلك لو استأجره المرتهن صحت الإجارة وبطل الربن إذا جد ، والقبض للإجارة - (۴۶۵/۵) ، الباب الثامن في تصرف الراهن أو المرتهن في المرهون (فتاوى عثمانى : ۴۲۳/۳ ، فتاوى حقاني : ۲۲۹/۶ ، جديد معاملات كے شرعی احکام : ۱۰۰/۲)

(۴) كل قرضي جر نفقا حرام ، فكره للمرتهن سكنى المرهونة بإذن الراهن - (درمختار) وفي الشامي: وفي الأشباه: يكره للمرتهن الانتفاع بالربن إلا بإذن الراهن - قلت: ونظا هو الموافق لما سيذكره المصنف في أول كتاب الربن - وقال في المنح بنناك: وعن عبد الله بن محمد بن أسلم السمرقندي - وكان من كبار علماء سمرقند - أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه ، وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا - (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب البيوع / باب المرابحة والتولية ۳۹۵، ۷ زكريا، مجمع الأنهر / كتاب الربن ۲۷۳، ۲ بيروت، تبين الحقائق / كتاب الربن ۶۷، ۶ المكتبة الإمدادية ملتان). والله تعالى اعلم بالصواب

والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب

ڈاکٹر امجد علی عفی عنہ

رفیق دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۳ / جمادی الثانی / ۱۴۴۴ھ

06 / جنوری / 2024ء

الاجاب صحیح
بناہ بر حضرت محمد
صلى الله عليه وسلم
۲۳ / ۶ / ۱۴۴۵ھ

الاجاب صحیح
الکتاب



الحوا صحیح
تساوی

